وسعتِ قلبی

انسان کی زندگی میں دل ایک نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اور نہ صرف جسمانی بلکہ کسی شخص کی روحانی صحت کا دارومدار بھی دل کی صحت پر ہی موقوف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ساری کائنات میں دل ہی ایک ایسی چیز ہے کہ اگر وسیع ہے تو ساری کائنات کی خیر اور حسنات اسی میں جمع ہو جاتے ہیں اور چند سالوں کی مختصر سی زندگی بھی آخرت کی فلاح سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ لیکن اگر دل تنگ ہو تو ایک طویل عمر اور مسلسل کوشش بھی صرف شر میں اضافہ کا باعث بنتی ہے اور انسان کو ناکامی سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ دل کو عربی زبان میں قلب کہتے ہیں جسکے معنی ہیں الٹنے پلٹنے والی چیز۔ دل کی کیفیات ہمہ وقت بدلتی رہتی ہیں اور جس طرح ایمان کا Level گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اسی طرح انسانی تعلقات کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے کبھی دل تنگ ہونے لگتا ہے اور کبھی وسیع ہونے لگتا ہے یہ سب کچھ بشری کمزوری کے تحت ہوتا ہے اور یہ کمزوری انسان میں آزمائش کی غرض سے رکھی گئی ہے۔

سورۃ النساء 128 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "رکھا گیا ہے طبعیتوں میں بخل" اور اسی لئے نفس تنگ دلی کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔

چونکہ فلاح کا سارا دارومدار آزمائشوں میں پورا اترنے ہی پر موقوف ہے اسی لئے سورۃ الحشر نمبر 9 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "جو لوگ دل کی تنگی سے بچا لیئے گئے وہی کامیاب اور بامراد ہیں"۔

وسعتِ قلبی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ ہدایت اور شرح صدر کی طرح یہ صرف چاہنے والوں کو ملتی ہے۔ اور اسی لئے ہدایت ہی کی طرح سے وسعت کا نہ ہونا انسانی زندگی کے لئے شر کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور انسان متعدد روحانی بیماریوں مثلاً حسد، بغض، بدگمانی، وغیرہ اور انتہائی حالات میں قتل و غارت اور جنگ و جدل کا باعث بنتا ہے۔

مسند احمد اور مسلم سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا "شح سے بچو کہ اسی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا، اسی نے ان کو ایک دوسرے کے خون بہانے اور دوسروں کی حرمتوں کو اپنے لیئے حلال کرنے پر اکسایا اور انہوں نے ظلم کیا فجور کا حکم دیا اور انہوں نے مجبور کیا قطع رحمی کرنے کے لئے کہا اور انہوں نے قطع رحمی کی"۔

تنگ دلی ایک خطرناک بیماری ہے جو خیر کے تمام دروازوں کو بند کر کے ہر طرف سے شر کی یلغار کر دیتی ہے اور ام الامراض تکبر کو جنم دیتی ہے۔ یہ رجحان انسانی تعلقات کے ہر میدان میں زہر قاتل کا کام کرتا ہے۔ معاملہ خواہ فرد سے فرد کا ہو خواہ خاندان، معاشرہ، Buisness اور Job کا ہو خواہ تحریک کا، تنگ دلی ہر جگہ انسان کو بے سکون رکھتی ہے اور انسانی معاملات سے موافقت، نرمی، بھائی چارگی اور اعتماد کو ختم کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا مزاج ہم آہنگی رکھا ہے اور انسان سے سوال کیا ہے "هَلْ تَرَىٰ مِنْ فُطُورٍ" اور بحیثیت خلیفۃ الارض اس میں فساد پھیلانا اور اس ہم آہنگی کو توڑنا ایک نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔ دنیا کا کاروبار فرد کی کوششوں سے چلتا ہے لیکن ہمت اور کوشش ہر فرد کی جدا جدا ہوتی ہے۔ ان کوششوں سے معاشرے میں مقابلے کی فضا پیدا ہوتی ہے جو ایمان، معاشرت، معیشت اور تہذیب و تمدن کے لئے ترقی کا باعث بنتی ہے۔ لیکن مقابلے اور Competition کی اس فضا میں خیر اسوقت تک باقی رہ سکتا ہے جب تک نیت "فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ" اور "فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ" کی ہو۔ وسعتِ قلبی کی غیر موجودگی میں رقابت اور Rivalry کا شر پھیلتا ہے اور تمام کوششوں اور محنتوں کا Target رضائے الٰہی کے بجائے ہوائے نفس بن جاتا ہے۔

سورۃ یٰسین میں مومن کی شان بیان فرمائی گئی" قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ" اپنے قاتلوں کے لئے دل میں خیر کے جذبات رکھنا کوئی معمولی بات نہیں مگر چونکہ انسانوں کے لیئے اپنے دل میں ہر وقت خیر خواہی کا جذبہ رکھنا بہت مشکل کام ہے اسی وجہ سے قلبِ وسیع کا بدلہ

جنت ہے۔ مسند احمد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص کو رسول اللہؐ نے لگاتار 3 روز تک جنتی ہونے کی بشارت دی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے ان کے گھر 3 دن گزارے تاکہ معلوم کریں کہ وہ کون سا غیر معمولی عمل کرتے ہیں مگر دیکھا کہ نہ وہ کثرت عبادت کرتے نہ کوئی اور کام حتیٰ کہ تہجد میں بھی آنکھ کھل جاتی تو بستر پر لیٹے لیٹے تسبیح پڑھ لیتے۔ تین دنوں کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں یہ جاننے کی غرض سے آپ کے گھر رہا کہ دیکھوں کہ آپ کو جنتی ہونے کی بشارت کس بناء پر ملی مگر کچھ بھی نہ پا سکا۔ اس لیئے دریافت کیا کہ آپ کونسا ایسا کام کرتے ہیں تو جواب ملا کہ ایک کام جو میں ہمیشہ کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان کے لئے دھوکا بازی' حسد' بغض کا ارادہ نہیں ہوا اور میں کبھی کسی کا بدخواہ نہیں بنا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا "بس اب معلوم ہو گیا کہ اسی عمل نے آپ کو اس درجے تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس میں نہیں"۔

اسی طرح ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کے طواف کے وقت ایک شخص کو بار بار یہ دعا مانگتے سنا "اے اللہ مجھے اپنے نفس کی تنگی سے بچا لے"۔ ان سے رہا نہ گیا اور انہوں نے پوچھا آپ کوئی اور دعا کیوں نہیں مانگتے جواب ملا اگر نفس کے شر اور تنگی سے بچ گیا تو پھر کوئی گناہ ہی نہ ہوگا۔ جو شخص گناہ نہ کرے گا وہ دنیا میں بھی پرسکون رہے گا اور آخرت میں بھی کامیاب ہوگا۔

عقیدہ آخرت اسلام کا ایک بنیادی عقیدہ ہے اور اسلام کا ہر رکن اور ہر عقیدہ فرد کے ذریعے سے معاشرے کی فلاح کی بات کرتا ہے۔ عبادات اور معاملات غرض ہر میدان میں نیت اگر تزکیہ نفس کی ہو تو انسان ہر حال میں دوسروں کی خیر خواہی کرتا ہے۔ خوشی اور تہوار کا موقع ہو تو فطرہ اور قربانی کر کے دوسروں کو اپنی خوشیوں میں شریک کرتا ہے۔ غم اور مصیبت ہو تو صدقہ و خیرات کرتا ہے۔ دل کی وسعت ہر طرح کی کامیابیوں کی ضامن ہے اور انسان کی جسمانی زندگی پر اس کے اثرات بہت نمایاں ہیں پریشان دل و دماغ ہمیشہ جسمانی بیماری کی وجہ بنتے ہیں۔ Krik Laman نے اپنے ایک مضمون Learning Open heartedness میں مختلف بیماریوں کے علاج کے حوالے سے لکھا ہے "انسان کی قلبی کیفیات ہی دراصل اس کے علاج کا ذریعہ بنتی ہیں کیونکہ جو چیزیں انسان کو بیمار کرتی ہیں وہ دراصل اسکے معاشرتی تعلقات ہیں اور نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی اور ذہنی بیماریاں بھی دراصل دل سے ہی شروع ہوتی ہے"۔

انسان اس کائنات کی وہ واحد مخلوق ہے جس کو جسد خاکی کے ساتھ ساتھ روح ملکوتی بھی دی گئی ہے لیکن چونکہ اس زمین پر ہمارا وجود ہی آزمائش کی غرض سے ہے اس لئے نفس امارہ بھی ہمہ وقت انسان کو بدی کی راہ سجھاتا رہتا ہے لیکن صراط مستقیم کا مسافر ہمیشہ اپنے اخلاق کو سنوارنے' اللہ کی طرف لو لگائے رکھنے اور اللہ کی رضا کے حصول میں مشغول رہتا ہے۔ اس لئے نفس امارہ کے بچھوؤں' بخل' حسد' ریا' کبر اور خودنمائی و خود پسندی کو اخلاص' تواضع' نرمی' عاجزی اور خیر خواہی میں بدلنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

قلب وسیع رکھنے والا شخص رضائے الٰہی کو پا جاتا ہے جبکہ تنگ دلی چونکہ سب سے پہلے کبر کو جنم دیتی ہے اس لئے اللہ کے راستے میں ہمہ تن مشغول رہنے والا شخص ایک عام دنیا دار انسان کے درجہ سے بھی گر جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسان کو کثرت علم و عمل کے دھوکے میں ڈال کر اس مہلک بیماری کے وجود کا احساس ہی نہیں ہونے دیتا۔ نیکی اور دینداری کی بھی ایک انا ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے آخر کار تمام خیر کو شر میں بدل دیتی ہے۔ بایزید بسطامی کا قول ہے "نیک بخت وہ ہے جو نیکی کرے اور پھر بھی ڈرے اور بد بخت وہ ہے جو بدی کرے اور مقبولیت کی امید رکھے"۔

وسعت قلبی کی بنا پر ہم صحابہ کرامؓ کی زندگی میں جو خیر خواہی اور بھائی چارہ دیکھتے ہیں اس کی مثال دنیا میں کہیں بھی نہیں ملتی کہ جس طرح انصار نے اپنے گھر کا سامان اور زوج تک مہاجرین کو دے دیئے اور اسی طرح ایک بار جب حضور اکرمؐ سے حضرت ابوبکرؓ نے یہ بشارت سنی کہ سلام میں پہل کرنے والا جنت میں جائے گا تو اگلے روز انہوں نے خاموشی اختیار کر کے حضرت عمرؓ کو سلام میں پہل کا موقع دیا تاکہ جنت میں ساتھ جا سکیں۔

تنگ نظری ایک خطرناک بیماری ہے اور اکثر علماء نے اس کو ایک ذہنی بیماری سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح جنون کا مریض اپنے آپ کو مجنون نہیں سمجھتا اسی طرح وسعت قلبی کی غیر موجودگی میں انسان اپنی انفرادی نیکیوں کو اپنے لئے کافی سمجھ کر دوسروں کی طرف سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس وسعت قلبی رکھنے والا شخص کبھی شرعی عذر کے بغیر کسی کے عیب ونقص کی بات نہیں کرتا۔ نرمی اور تواضع اختیار کرتا ہے۔ دوسروں کو اپنے سے کمتر نہیں سمجھتا اپنی شہرت کے اسباب تلاش کرنے کے بجائے رضائے الہی کے حصول کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ عبادات تزکیہ کی نیت سے کرتا ہے اور اس میں ریا سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے۔ اپنے ساتھیوں کی خامیوں کی پردہ پوشی اور مشورہ وبغرض اصلاح کرتا ہے۔ گویا کہ وسعت قلبی ایک بہت ہی اہم چیز ہے کہ جس کے بغیر کوئی کام بھی خیر کا باعث نہیں بنتا۔

اللہ ہم سب کو نفس امارہ اور شیطان کے کچوکوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنی راہ میں وسعت قلبی کیساتھ دل میں تمام انسانوں کے لئے خیر خواہی کے جذبات رکھنے اور پوری انسانیت کی فلاح کی کوششوں میں ایمان اور اخلاص کے ساتھ مصروف رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اجتماعی تقویٰ

"یَا اَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْ رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ"

لوگو بندگی اختیار کرو اپنے اس رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں ان سب کا خالق ہے شاید کہ تم تقویٰ اختیار کرو" (بقرہ 21)

لغت میں تقویٰ کا عربی ماخذ "وقی" ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو مضر اور نقصان پہنچانے والی تمام چیزوں سے بچانا۔ عام طور پر تقویٰ اور پرہیزگاری کو عبادت و ریاضت اور انفرادی زندگی کی ایک صفت کے طور پر سمجھا جاتا ہے حالانکہ درج بالا آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرما رہے ہیں کہ بندگی اختیار کرو عبادت کرو اس رب کی شاید کہ تم تقویٰ کو پا سکو یعنی ہماری عبادات بذات خود تقویٰ نہیں ہیں بلکہ دل میں تقویٰ پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ تقویٰ تو دراصل زندگی کے ہر چھوٹے بڑے فیصلے اور ہر عمل پر محیط ہے۔

تقویٰ دل میں ہے:

ایک طویل حدیث میں جس میں نبی کریمؐ نے ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے حقوق گنوائے ہیں۔ آپ نے فرمایا "التقوىٰ ھاھنا" آپ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ "تقویٰ دراصل یہاں ہے"۔

اسی طرح سورۃ الحجرات میں ان لوگوں کے بارے میں جو نبی کریمؐ کے سامنے اپنی آواز پست رکھتے ہیں فرمایا "درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا ہے" (حجرات 3)

تقویٰ کا جامع تصور یہ ہے کہ اس کی بنیاد دل میں ہے دل کی کیفیت کہ اللہ کی موجودگی کا احساس اس کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش پر ہر ہر لمحے دھیان رہنا اگر غلطی سرزد ہو جائے تو بار بار اس تواب الرحیم کی طرف پلٹنا اور اصلاح کی کوشش کرتے رہنا۔ دل کی اس کیفیت کا اظہار مختلف پہلوؤں سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ولکن البر من التقوىٰ" البقرہ: ۱۸۷ "نیکی تو دراصل یہ ہے کہ آدمی اللہ کی ناراضگی سے بچے"۔

ایک اور جگہ آیا ہے "نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخر اور ملائکہ کو اللہ کی نازل ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر اور مسکینوں اور مسافروں پر مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ عہد کریں تو اسے وفا کریں اور تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راستباز لوگ اور یہی **متقی** ہیں"۔

ان آیات کے مطابق تقویٰ دراصل "**البر**" ہے یعنی وفاداری سے، خلوص سے نیکی کرنا۔ اس میں ہر قسم کی نیکی یعنی انفرادی اور اجتماعی دونوں شامل ہیں۔

تقویٰ = البر (نیکی وفاداری کے ساتھ)

انفرادی زندگی میں	اجتماعی زندگی میں	
دل سے ایمان	انسان کے انسان سے تعلقات	اجتماعیت سے انسان کا تعلق
نماز کا قیام	اس میں تقویٰ کی روش	(معاشرہ، حکومت، تنظیم، کمپنی وغیرہ
زکوٰۃ کی ادائیگی	رشتے داروں، مسکینوں، یتیموں	ہر قسم کی اجتماعیت میں) تقویٰ کی روش
	وغیرہ کے حقوق کی ادائیگی	عہد کریں تو اسے وفا کریں اور ثابت قدم، صبر
		۔۔۔

اجتماعی زندگی میں تقویٰ کی اہمیت:

اجتماعی زندگی میں تقویٰ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جہاں کہیں بھی تعلقات ومعاملات یا احکامات جن کا تعلق پورے معاشرے سے ہے ہمیشہ وہیں تقویٰ کی تلقین بھی ساتھ ہی کی ہے۔

☆ سورہ نساء میں انسانوں کے باہمی تعلقات' حقوق اور خصوصیات کے ساتھ خاندانی نظام کی بہتری کے ضروری قوانین ہیں' اس سورۃ کی تمہید ہی اللہ تعالیٰ اس طرح کرتے ہیں۔

"یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ.........."

"لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔" "اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتے داری و قرابت کے تعلقات بگاڑنے سے پرہیز کرو" (النساء 1-2)

☆ سورۃ الحجرات میں مسلمان اور مسلمان کے آپس کے تعلقات میں خصوصیت کے ساتھ اپنی زبان سے کسی کو ایذا نہ دینے کے احکامات ہیں۔ آپس میں صلح کروا دینے کے احکام ہیں اور ساتھ ہی نبیؐ سے تعلق جو اسلامی معاشرے کے ہادی ہیں، کے بارے میں احکامات ہیں۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ بار بار تقویٰ کی تلقین فرماتے ہیں کہ واتقو اللہ
"یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے تقویٰ کے لیے جانچ لیا گیا ہے"۔(31:49)

☆ سورۃ البقرہ میں تمام اجتماعی احکامات کے ساتھ تقویٰ کی تلقین کی تکرار ہے۔

آیت قصاص(بقرہ 179-178) کے آخر میں لعلکم تتقون

وراثت کے ابتدائی احکام(بقرہ180) کے آخر میں حقاً علی المتقین

ماہ حرام میں قصاص(بقرہ 194) واعلمو ان اللہ مع المتقین

حیض کے احکام عورتوں کے حقوق(بقرہ223) واتقو اللہ واعلمو انکم ملقوہ

طلاق کے احکام(بقرہ 231) واتقو اللہ واعلمو ان اللہ بکل شی علیم

طلاق کے احکام (بقرہ241) حقاً علی المتقین

سود کے احکام(بقرہ278) یایھا الذین امنو اتقو اللہ و ذرو مابقی من الربوا

☆ اسی طرح سورۃ التوبہ میں جہاد اور قتال کے احکام دیتے ہوئے اس کی تکرار ہے۔

واعلمو ان اللہ مع المتقین(36)

پہلا پہلو: انسان کے انسان سے تعلقات میں تقویٰ:

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال تین رجسٹروں کی شکل میں پیش ہوں گے۔ ایک اعمال کا رجسٹر وہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہیں کرے گا' ایک اعمال کا رجسٹر وہ ہوگا جس کی اسے کوئی پروا نہیں ہوگی اور ایک اعمال کا رجسٹر وہ ہوگا جس کا حساب لیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ پہلا رجسٹر شرک کا ہوگا۔ شرک کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ دوسرے رجسٹر میں وہ چیزیں ہیں جن کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہے یا اللہ سے مثلاً نماز' روزے میں کوتاہی وغیرہ۔ یہ وہ اعمال ہیں جن کی اللہ کو کوئی پرواہ نہ ہوگی یہ بھی آدمی کی بھلائی کے لیے ہیں اگر وہ چاہے تو ان کو معاف کر دے اور چاہے تو مواخذہ کرے لیکن جو تیسرا رجسٹر ہے یہ ان معاملات کا ہے جو انسان اور انسان کے درمیان ہیں۔ اور یہی دراصل اجتماعی معاملات ہیں یہی وہ رجسٹر ہے جس کا حساب لیے بغیر اللہ نہیں چھوڑے گا۔

اس کی بدزبانی سے تنگ ہیں۔اس کا کیا انجام ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ''ہی فی النار'' جہنم میں ڈالی جائے گی۔ایک دوسری عورت کا ذکر ہوا فرض نمازیں پڑھ لیتی ہے' کچھ پنیر کے ٹکڑے صدقہ کرتی ہے' رمضان کے روزے رکھ لیتی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی خاص عبادت نہیں کرتی لیکن یہ کہ پڑوسی اس کی خوش کلامی اور شیریں بیانی سے خوش ہیں۔ آپؐ نے فرمایا ''ہی فی الجنۃ'' یہ جنت میں جائے گی۔(مشکوۃ' ابو ھریرہؓ)

بنیادی اصول: ایذا پہنچانے سے گریز اور عدل:

تمام علماء نے حسن اخلاق کی تعریف یہی کی ہے کہ اچھا اخلاق یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو اذیت پہنچانے سے اپنے آپ کو روک لے یہی اجتماعی تقویٰ کا بنیادی اصول ہے۔غور کریں تو نکاح وطلاق کے مسائل میں وراثت کے احکام میں' سیاست ومعیشت کے قوانین میں' شریعت کے حدود' سب کا مدار اسی پر ہے کہ کوئی کسی کو تکلیف نہ پہنچائے' عدل اور اس کے ساتھ احسان ہو۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ''من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذ اللہ'' جو آدمی کسی مسلمان کو ایذا پہنچاتا ہے' وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ کو ایذا پہنچائی۔

اسی طرح آنحضرتؐ نے مسلمان کی تعریف یہی کی ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرا مسلمان محفوظ ہو۔ لہٰذا اجتماعی تقویٰ یہ ہے کہ آدمی ظلم اور ایذا سے بچے اور اس سے بڑھ کر ہر انسان کے اس پر جتنے حقوق بنتے ہیں ادا کرے۔یہ چیز صرف مسلمان اور مسلمان کے تعلقات ہی تک محدود نہیں بلکہ کافر وفاجر پر بھی اگر کسی نے ظلم کیا ہے تو اللہ اس کافر وفاجر کی دعا سنتا ہے۔آنحضرتؐ نے فرمایا ''مظلوم کی پکار سے بچو اس لیے کہ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور اللہ کسی صاحب حق کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتا'' (مشکوۃ)

ایک اور جگہ فرمایا ''ولوکان فاجراً'' اگر مظلوم خود گنہگار ہو تب بھی اس کی دعا سنی جاتی ہے اور اسی طرح ایک اور جگہ ''ولوکان کافراً'' اگر وہ کافر ہو تب بھی اس کی فریاد عرش تک پہنچتی ہے۔

اسی بنیادی اصول کے تحت انسان اور انسان کے تعلقات میں جان کا تحفظ' مال کی حرمت' عزت وآبرو کا تحفظ شامل ہے۔

ا) جسم وجان کا تحفظ: اس حکم میں سب سے پہلے تو قتل اور قصاص کے احکامات ہیں جو کہ ہر مسلمان پر لازم ہیں۔لیکن اس سے آگے بڑھ کر اور بھی چیزیں ہیں جو اس کے ذیل میں آتی ہیں جیسے جسم کو تعذیب دینا یا ٹارچ کرنا منع ہے۔دور خلافت کا واقعہ ہے کہ کچھ لوگ دھوپ میں کھڑے تھے کہ ایک صحابیؓ کا وہاں سے گزر ہوا انہوں نے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ ان لوگوں نے ٹیکس نہیں ادا کیے اس لیے دھوپ میں کھڑے کیے گئے ہیں۔فرمایا کہ میں نے نبی کریمؐ سے سنا ہے کہ ''جو آدمی بندوں کو عذاب دے تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دیتا ہے''۔

اسی لیے جسم کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانا جان کے احترام میں ہی آتا ہے۔اسی طرح ایسا مذاق کرنا جس سے دوسرے کو تکلیف ہو جیسے جوتے چھپا دینا یا اسلحہ چھپا دینا وغیرہ۔اگر باہمی تعلقات ایسے ہیں کہ برا نہ مانا جائے تو صحیح ہے لیکن اگر برا ماننے کا، تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو درست نہیں۔اسی طرح یہ بھی کہ شرارت سے کسی دوسرے کو ڈرانا' تلوار یا کسی اور چیز سے۔آپؐ نے فرمایا ''مسلمان کو مت ڈراؤ'' اس کو خوفزدہ نہ کرو۔

تعلقات کے ذیل میں آنے والے تمام حقوق کے دائرے بھی انہیں میں آتے ہیں۔ماں' بیٹی' بہن' بیوی، ہر ہر رشتے اور مسلمان بھائی بہن تحریکی ساتھی ہر لحاظ سے' پڑوسی کے لحاظ سے جو بھی حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں حق تلفی سے بچنا عدل ہے اور یہی تقویٰ میں شامل ہے۔اور ان کی احسن ادائیگی احسان ہے۔

اِنَ اللّٰہ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَان (النحل 90)

اِعْدِلُوْ ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (المائدہ8)

''عدل کرو' یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے''۔

اس سے اگلی چیز عزت وآبرو ہے جوایک دوسرے پر حرام ہے۔کسی کی عزت پر کوئی بھی حرف آئے' آدمی کی زبان سے غیبت' تمسخر' بدظنی یا تعلقات کو خراب کرنے والی کوئی بھی چیز نکلے تو یہ اس حکم کے خلاف ہوگا اسی لیے سورۃ الحجرات میں ان تمام احکامات کے ساتھ بار بار اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتقو اللہ کی تلقین کی ہے۔

کسی کے عیوب ٹٹولنا' ذلیل کرنا چاہے وہ زبان سے ہوں یا اشاروں سے ان سب کی ممانعت ہے اسی طرح شریعت کے دوسرے احکام میں اور بھی چیزیں ہیں جو اجتماعی تقویٰ میں شامل ہیں۔حتیٰ کہ کسی پر کوئی غلط الزام لگتا ہوا دیکھے تو اس کی طرف سے اس کی صفائی پیش کرنا بھی مسلمان کا مسلمان پر حق ہے۔چنانچہ مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' وہ اس پر ظلم نہ کرے' اس کو بے یار ومددگار نہ چھوڑے اس کو کہیں ذلیل نہ کرے اور نہ دل میں حقیر جانے ..... اسی حدیث میں آگے چل کر وہ جملہ ہے کہ التقویٰ ھاھنا'' تقویٰ اسی جگہ (یعنی دل میں) ہے''۔

زبان سے ظلم نہ کرنے میں آگے بڑھ کر یہ بھی تقویٰ ہی میں شامل ہے کہ انسان باہم محبت پھیلانے میں پہل کرے' معاف کر دینے میں پہل کرے' اختیار ہونے کے باوجود بدلہ نہ لینے میں پہل کرے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:'' تم لوگ جنت میں نہیں جاسکتے جب تک کہ مومن نہیں بنتے..... اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو..... کیا میں تمہیں وہ تدبیر و بتاؤں جس کو اگر کرو تو آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ (مسلم)

دو آدمیوں کے درمیان صلح کراؤ' یہ بھی نیکی ہے۔(بخاری)

اچھی بات کہنا بھی نیکی ہے۔(بخاری)

۳) مال و دولت کی حرمت:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔لین دین ہونا چاہیے لیکن آپس کی رضامندی کے ساتھ'' (النساء 29)

نبیؐ نے فرمایا'' جو شخص کسی کی بالشت برابر بھی زمین ظلماً (زبردستی) لے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق اس کی گردن میں ڈالے گا''۔(بخاری و مسلم)

یہ تیری چیز ہے جو ایک مسلمان کی دوسرے پر حرام ہے۔حدیث کے مطابق ایک درخت کی ٹہنی کے برابر بھی چیز اگر ناجائز ہتھیالی جائے تو وہ موجب عذاب بنے گی۔

س کے علاوہ (اٰتاوذی القربیٰ)'' یعنی رشتے دار کو دینے کے حکم میں اس کی جسمانی اور مالی مدد دونوں شامل ہیں۔سورہ روم میں حکم ہے۔

''پس (اے مومن) رشتے دار کو اس کا حق دے اور مسکین ومسافر کو (اس کا حق) یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہوں''۔(روم 38)

یعنی یہ خیرات نہیں بلکہ ضرورت سے زائد مال میں اللہ نے ان سب کے حق رکھے ہیں اس حق کی ادائیگی احسان نہیں بلکہ یہ زائد مال بندے کے ہاتھ میں اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کی آزمائش ہو اور دیکھا جائے کہ وہ دوسروں کا حق پہنچاتا ہے یا نہیں۔

دوسرا پہلو: انسان کے اجتماعیت سے تعلق میں تقویٰ:

انسان کے اوپر جو اجتماعی ذمہ داری ہے اس کے بارے میں جوابدہی آخرت میں ہونی ہے۔تقویٰ کی روش ہی وہ چیز ہے جو اس کو عہد و پیمان کا پاس کرنے' اپنی ذمہ داری کو ہر سطح پر احسن طریقے سے ادا کرنے میں مدد دیتی ہے۔حضرت عمر بن عبداللہؓ کی بیوی نے ان کی وفات کے بعد بتایا کہ عمرؓ نماز روزے اور عبادات میں ایک عام شخص ہی کی طرح تھے لیکن بخدا میں نے تقویٰ میں اور اپنی ذمہ داری کے جوابدہی کے احساس میں ان سے بڑھ کر کوئی نہیں پایا۔

یہ اجتماعی ذمہ داریاں ہم میں سے ہر شخص پر ہیں۔حدیث میں آتا ہے'' تم میں سے ہر شخص محافظ و نگران ہے اور اس سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی جو اس کی نگرانی میں دیے گئے ہیں۔پس امیر جو لوگوں کا نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی..... اور مرد اپنے گھر والوں کا نگران ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھ ہوگی..... اور بیوی اپنے شوہر کے گھر اور شوہر کی اولاد کی نگران ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھ ہوگی''۔

(بخاری و مسلم)

تھکایا جس طرح وہ اپنی ذات کے لیے اپنے آپ کو تھکاتا ہے تو اللہ ایسے شخص کو جہنم میں گرا دے گا''۔

(یہ چیز عہد کو وفا کرنے ہی کے زمرے میں آتی ہے۔ کہا گیا کہ ''نیک لوگ وہ ہیں کہ عہد کریں تو اسے وفا کریں۔)

جن جن حیثیتوں میں ہم کسی اجتماعی نظام کا حصہ ہیں ان پر یہ احکام لاگو ہوتے ہیں۔ اسی طرح رعیت پر بھی راعی کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے امیر کے خیر خواہ ہوں اس کی سمع وطاعت میں کوئی کمی نہ آنے دیں۔ اگر وہ حق سے پھرنے لگے تو اس کی اصلاح کریں۔

رسول اللہؐ نے فرمایا ''مسلمانوں کو اجتماعی معاملات کے ذمہ دار کی بات سننی اور ماننی ضروری ہے چاہے وہ حکم اپنی طبعیت کے لیے خوشگوار ہو یا ناخوشگوار بشرطیکہ کہ وہ معصیت میں ہو''(متفق علیہ)

ایک اور جگہ فرمایا الدین النصیحہ ''دین خلوص و خیر خواہی کا نام ہے'' یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی صحابہؓ نے پوچھا ''کس کے لیے خلوص اور خیر خواہی؟'' آپؐ نے فرمایا ''اللہ کے لیے اس کی کتاب کے لیے مسلمانوں کے اجتماعی نظام کے سربراہوں کے لیے اور عام اہل اسلام کے لیے''۔ (مسلم)

عربی زبان میں نصیحہ کا لفظ خیانت بے ایمانی' کھوٹ اور ملاوٹ کی ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے اس کا ترجمہ مخلصانہ اور وفادارانہ خیر خواہی کے لیے جاتے ہیں۔

جنت متقین کے لیے ہے:

تقویٰ کے یہ پہلو ہیں جو ہر وقت ہماری نگاہوں کے سامنے رہنے چاہیے۔ ہماری نمازیں' روزہ اور تمام مراسم عبودیت اسی لیے ہیں کہ 'لعلکم تتقون' کہ تقویٰ کا کردار تشکیل پائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی کو اصل نیکی قرار دیا ہے اور اسی تقویٰ سے دنیا اور آخرت کی تمام بشارتیں اور بھلائیاں وابستہ کی ہیں۔

''اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمانوں سے بھی اور زمین سے بھی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔(اعراف 96)

اور جنت تو بنائی ہی متقین کے لیے ہے۔(آل عمران 133) یہ جنت متقین کے لیے تیار کی گئی ہے۔

''(ق 31) (اس روز) جنت متقین کے قریب لے آئی جائے گی اور کچھ دور نہ ہوگی۔

''درحقیقت مومن کے ضمیر کو تو ایک ترازو کی مانند ہونا چاہیے کہ اگر ذرا سا بال برابر بھی کوئی وزن بڑھ جائے' کسی پر ظلم کا' کسی پر زیادتی کا' کسی حق کے ادا کرنے میں کوتاہی کا تو ترازو فوراً جھک جائے اور اس کے ضمیر میں خلش پیدا ہو''۔

(خرم مراد)

''حقیقت میں جو لوگ متقی ہیں ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال اگر انہیں چھو بھی جاتا ہے تو فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ان کے لیے صحیح طریق کار کیا ہے''(اعراف 201)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پوری زندگی تقویٰ کی روش پر چلانے کی توفیق دے (آمین)